قرآن وحدیث کی روشنی میں خدمتِ خلق اوراس کی تشکیلِ نو

Service to Humanity and its Reformation in the Light of the Quran and Hadith

Dr. Saeed Ur Rahman
Visiting Faculty IBMS, University of Agriculture Peshawar
Email: msaeedkhalil@gmail.com
Khushhall Shaheen
Visiting Lecturer Hailey College of Commerce, Punjab University Lahore
Email: mphil2017itc@gmail.com
Dr Asghar Ali Khan
Assistant Prof. Institute of Islamic Studies,
Mirpur university of science and technology (MUST) Mirpur AJ&K

Abstract
Assisting and helping other human beings is essentially a distinguishing characteristic of an enlightened society. No society can progress without this attribute. Since humans derive their name from "Insaan" (Arabic for human), love and affection are inherent in their nature, which manifests in interactions with others. From the time humans first appeared on this earth, the behavior of mutual interaction began. Societies where mutual cooperation and service are lacking tend to experience disorder. Every society demands reformation, and the concept of service to humanity provides the best foundation for such reformation.
The Quran and Sunnah provide guidance on maintaining a well-structured society, and at their core, they emphasize the concept of service to humanity. They convey that true service to humanity involves helping and assisting others without expecting any reward, compensation, or recognition. Service to humanity entails being committed to aiding the creation of Allah, which includes not only humans but also animals, birds, and all living beings. Treating all of them kindly in accordance with Allah’s will and intention, and showing empathy and goodwill towards them, is considered service to humanity. If this comprehensive concept of service to humanity is implemented in society, it will become an exemplar of the highest human ideals. In any society, the concept of service to humanity acts as a remedy to prevent jealousy, malice, selfishness, robbery, and other social evils.
Keywords: Quran and Sunnah, service to humanity, reformation, disorder

دوسرے انسانوں سے تعاون و مدد کرنا دراصل باشعور معاشرے کی امتیازی خصوصیت ہوتی ہے۔ کوئی بھی معاشرہ اس وصف کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا ہے۔ انسان چونکہ انس سے ہے۔ محبت اس کی فطرت میں ہے جو تعامل کی صورت میں ہوتی ہے۔ جب سے انسان اس دنیا میں آیا ہے تب سے تعامل کا رویہ شروع ہوا ہے۔ اور جہاں باہمی تعاون وخدمت کا فقدان پایا گیا، وہاں معاشرہ انتشار کا شکار ہوا ہے۔ ہر معاشرہ تشکیل نو کا تقاضا کرتا ہے۔ خدمت خلق کے تصور سے معاشرے کی بہترین تشکیل ہوتی ہے۔

قرآن وسنت نے معاشرے کو استوار رکھنے کی طرف راہنمائی کی ہے۔ اس کی بنیاد میں خدمت خلق کا تصور ہے جو یہ بات باور کراتا ہے کہ خدمت خلق بلا کسی معاوضہ، اجرت، صلہ کے مخلوق کے کام آنا خدمت، مدد اور اعانت پر کمربستہ رہنا ہے اور یہی خدمتِ خلق کہلاتا ہے۔ اللہ رب العزت کی مخلوق میں صرف انسان ہی شامل نہیں بلکہ اس میں حیوان، چرند، پرند بھی شامل ہیں۔ پس ان سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا جو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے مطابق ہو اس میں ان تمام کی ہمدردی و خیر خواہی کا پہلو پایا جاتا ہو، خدمت خلق کہلاتا ہے۔ خدمت خلق کو اگر تمام مفاہیم کے ساتھ معاشرے میں رائج کیا جائے تو یہ معاشرہ انسانی معراج کا مظہر ہو گا۔ کسی بھی معاشرے میں حسد، بغض، مفاد، ڈکیتی اور دیگر معاشرتی برائیوں کو روکنے کے لیے خدمت خلق کا تصور اکسیر کا کام کرتا ہے۔

خدمت خلق کا تصور

خدمت خلق کے لیے انفاق فی سبیل اللہ، بر، زکوۃ، وراثت، عشر، وصیت، نفقہ، جزیہ، صدقہ، خیرات اور نذر کے الفاظ آتے ہیں۔ خدمتِ خلق، اخلاق کی وہ قسم ہے جو مخلوق سے فیض رسانی سے متعلق ہو۔ یہ احسان کی ہی ایک صورت ہے اس میں خاص بات یہ ہے کہ خدمت محض خدمت کے جذبے سے ہو، اس میں خوشنودی رب مطلوب ہو، ذاتی غرض، دکھلاوا، نمود ونمائش، داد وتحسین یا کوئی اور مقصد پیش نظر نہ ہو۔

مخلوق کی خدمت کا ذکر ایمان کے بعد سب سے پہلے کیا جاتا ہے۔ جہاں ایمان کا ذکر آئے گا وہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا بھی ذکر آئے گا۔ خرچ کرنے کے لیے کہیں ''ینفقون'' کا لفظ آیا ہے تو کہیں ''اتی'' یعنی اس نے دیا۔ مثلاً کھانا کھلانا، کھانا کھلانے کی ترغیب دینا اور دوسروں کی خدمت کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہنا۔ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اس کا ذکر ایمان کے بعد ہوتا ہے گویا ایمان کا ایک لازمی جز اور ایمان کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ[1]

''یقیناً جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں رزق دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں۔ وہ ایسی تجارت کے اُمیدوار ہیں جس میں نقصان کا تو کوئی امکان ہی نہیں''۔

آیات مبارکہ میں انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیمات ملتی ہیں جو مخلوق خدا کی خدمت ہے۔ فرد اللہ کی محبت کی وجہ سے اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے جس میں غریب ، مسکینوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی خدمت ہوتی ہے۔ آدمی کسی کی تکلیف دور کرئے گا یا اسے تکلیف پہنچانے سے باز رہے گا۔ حدیث کے الفاظ میں یہ سب صدقات ہیں جو ایک انسان دوسرے پر کرتا ہے۔

1. بھلائی کے کام کرنا

قرآنی تعلیمات کی روسے نیکی اور بھلائی کا کام خدمت خلق کے زمرے میں آتا ہے۔

خیر کا لفظ قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں مذکورہ ہے۔ **خیر کو بھلائی، صدقہ اور خیرات** کے معنی میں بھی لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ(2)"اور بھلائی کے کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ(3)"(مومن وہ ہے جو) باوجود ضرورت کے اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں"

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ(4)

اس آیت مبارکہ میں انسانی ہمدردی اور جان ومال کے تحفظ کے پیش نظر ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے سے ہی انسان کا وجود دنیا میں قائم ہے۔

خدمت کے تصور کے ساتھ عموماً بڑی بڑی خدمات ذہن میں آتی ہیں ان کو ادا کرنے کی تڑپ ہر شخص اپنے اندر نہیں پاتا اور چھوٹی موٹی خدمات جنہیں انسان آسانی سے انجام دے سکتا ہے انہیں انسانی معاشرے میں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ ہر خدمت صدقہ اور احسان ہے اور انسان اس پر اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

2. برائی سے روکنا

خدمت خلق کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ معاشرہ میں جن افراد اور طبقات پر ظلم ہو رہا ہو ان کی مدد کی جائے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ(5)"نیکی اور تقویٰ کے سلسلے میں دوسروں سے تعاون کرو اور گناہ اور دشمنی میں تعاون نہ کرو"

یعنی دوسروں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی خدمتِ خلق ہے۔ اس کے پیش نظر یہ ہو کہ ایک کی

طرف سے کی جانے والی برائی دوسرے کے حق میں نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ کسی کو جھوٹ، بد دیانتی، چوری، زنا یا قتل سے روکنا اور روکنے کے لیے ہاتھ یا زبان کا استعمال کرنا خدمت خلق ہی تو ہے۔ اگر یہ کام کوئی نہیں کرے گا تو پھر ایک دوسرے کے حقوق پامال ہوتے رہیں گے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[6] "اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف بلائے، نیک کام کرنے کا حکم دے، اور بُرے کاموں سے روکے اور یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں"

اسلام ہر طرح کے ظلم کے خلاف ہے۔ وہ ایک طرف تو ظلم کے ارتکاب سے سختی سے منع کرتا ہے اور دوسری طرف اس بات کی ہدایت کرتا ہے کہ کسی پر زیادتی ہو تو معاشرہ اسے خاموشی سے برداشت نہ کرے، ظالم کے خلاف آواز اٹھائے، اسے ظلم سے باز رکھے، مظلوم کو اس کی چیرہ دستی سے بچائے اور اس کی ہر ممکنہ مدد کرے۔ مظلوم کی مدد کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں، قانونی بھی، اخلاقی بھی، معاشی حالت کا ٹھیک کرنا بھی اس میں داخل ہے اور نفسیاتی طور پر اسے یہ یقین دلانا بھی اس میں آتا ہے کہ وہ معاشرہ میں تنہا نہیں ہے۔ اس پر ظلم ہو تو اسے روکنے کی کوشش کی جائے اور اس کی مشکلات میں اس کا ساتھ دیا جائے۔ جس معاشرے میں مظلوم کی خدمت اور نصرت کا یہ عزم اور حوصلہ ہو وہ وحشت و بربریت سے پاک معاشرہ کہلائے گا۔ اس میں کمزور سے کمزور انسان بھی بے بسی کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہو گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولا صدقة من غلول [7] "دھوکے سے حاصل کیے ہوئے مال پر صدقہ قبول نہیں ہو گا۔ "غلول (دھوکے) سے ہر وہ مال مراد ہے جو حرام اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہوا ہو۔

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما اكل احد طعاما قط خيراً من ان ياكل من عمل يده وان نبی الله داؤدءكان ياكل من عمل يده[8] عمل الید کے ظاہری معنی تو ہاتھ کی کمائی یعنی ہاتھ پاؤں چلا کر کمانا ہے، لیکن الفاظ عمومیت کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد محنت کر کے منصوبہ بنا کر، جدوجہد کر کے اور جائز طریقے سے کمائی کرنا۔

کوئی شخص اگر خدمت خلق کا اعلیٰ ترین کام نہیں کر سکتا تو اسے چاہیے کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم کرے) یعنی نیکی کی اشاعت کرے، دعوت و تبلیغ کا کام کرے جہاں تک ہو سکے وہاں اپنی طاقت سے نیکی پھیلائے جہاں پر اس کے اہل و عیال اور دیگر زیر دست لوگ ہیں ان میں نیکی کو فروغ دے۔ امر بالمعروف کرنا امت کے ہر ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ اگر یہ کام بھی نہیں کر سکتا تو اس کو چاہیے کہ برائی سے رک جائے۔ یہ بھی اس کا صدقہ کرنا ہی ہے، کیونکہ اس طرح وہ اپنی ذات پر ظلم نہیں کرے گا اور کم از کم برائی کرنے سے بچا رہے گا۔

اس طرح انسان اپنے اوپر ظلم کا مرتکب ہو گا تو دوسری طرف اپنے مسلمان بھائی کی حق تلفی کرے گا۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ برائی سے رک جائے، یہ بھی صدقہ ہے۔

3. غربا کی امداد

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا[9] ''وہ کھانے کی خواہش اور ضرورت کے باوجود اسے مسکین، یتیم، اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے تمہیں کھلاتے ہیں تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ''

خدمت خلق کی ایک صورت ضرورت مند کو قرض حسنہ دینا ہے یہ صورت اخلاق کو پروان چڑھانے میں نہایت مددگار ثابت ہوتی ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ[10]

''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات سو بالیں اُگیں اور ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے مال کو چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے''۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ[11] ''اور ان کے مالوں میں سائلوں اور ناداروں کا بھی حق ہے''۔

اسلام مادی ذہن کے خلاف ہے۔ وہ قرض کو نفع حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھتا بلکہ اس کے نزدیک یہ ایک طرح کا احسان ہے جو کسی ضرورت مند کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

خدمت خلق کا قرآن نے جو تصور پیش کیا ہے وہ واضح براہین کے ساتھ موجود ہے۔ انسانی زندگی کے کسی گوشے میں بھی کوئی انسانی فعل یا جذبات کا اظہار ہو تو اس سے خدمت خلق کا ہی عنصر نکلتا ہے۔

2.1 خدمت خلق کا وسیع تصور

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نیک عمل کے لیے ایک وسیع نظام دیا ہے جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد اور حقوق النفس شامل ہیں۔ انسان اگر نیکی نہ کر سکے تو کم از کم برائی تو نہ کرے اور اپنے اعمال نامے کو برائیوں سے پاک رکھے، یہ بھی اس کے لیے کامیابی کی علامت ہے۔

عن ابی موسی الاشعریؓ قال النبی ﷺ علی کل مسلم صدقة ،قالوا یا رسول اللہ ارئیت ان لم یجد؟ قال یعمل بیدہ فینفع نفسه ویتصدق، قالوا ارئیت ان لم یستطع قال یعین ذاالحاجة الملهوف قالو ارئیت اکل ن لم یفعل ؟ قال یامر بالمعروف قالوارئیت ان لم یفعل ؟قال یمسک عن الشر فانها له صدقة[12]

"حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر ایک مسلمان پر صدقہ (نیکی کرنا لازم) ہے، انہوں (صحابہ) پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو یہ نہیں پاتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرئے جس سے اپنی ذات کو فائدہ ہو اور صدقہ بھی کرئے، انہوں نے پھر پوچھا کہ وہ اگر یہ نہ کر سکے تو کیا کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مجبور حاجت مند کی مدد کرے، انہوں نے پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نیکی کا حکم دے۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ برائی سے رک جائے یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے"۔

ہر شخص کا نیکی واچھائی کے کام کرنے اور مالی صدقات کرنے کا دل چاہتا ہے، پھر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور رفاہی وسماجی کام کرنے کی خواہش ہوتی ہے، کہ اس کے پاس مادی یا جسمانی وسائل ہوتے تو کوئی خیر کا کام کرتا۔ ایسے لوگوں کے لیے نبی اکرم ﷺ نے نیکی کے کام کرنے کے ایسے طریقے بتادیے ہیں کہ جن کے کرنے سے ویسا ہی اجر وثواب ملتا ہے، اور صدقہ کرنے کی خواہش پوری ہو جاتی ہے۔

یہی وہ بنیادی فرق ہے جو عام این جی اوز (خدمت خلق اور اصلاحی تنظیموں) اور مسلم این جی اوز میں نمایاں ہے، ایک مومن جو کام بھی کرئے گا اس میں اللہ کی رضاوخوشنودی، ذمے داری پوری کرنے اور اپنے لیے اجر چاہنے کی نیت سے کرئے گا۔ اس فرق کی وجہ سے ایک مسلم کا رفاہی کام دوسرے فریقوں سے اعلیٰ واکمل اور ممتاز ہے اس کے برخلاف دوسرے لوگ مختلف مقاصد، اغراض اور ذاتی مفاد کا جذبہ رکھ کر کام کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے پوری انسانی تاریخ کا تجربہ ہمارے سامنے رکھا ہے کہ جن لوگوں میں خدا کا خوف ہوتا ہے وہ صحیح معنوں میں اس کے عبادت گزار ہوتے ہیں، انسانوں کے ساتھ ان کا رویہ بھی ہمدردی اور خیر خواہی کا ہوتا ہے۔ وہ کسی کا حق نہیں مارتے، کسی پر دست تعدی دراز نہیں کرتے اور ظلم وناانصافی سے ان کا دامن پاک ہوتا ہے۔ وہ کسی ذاتی غرض یا خارجی دباؤ کے بغیر انسانوں کی خدمت کرتے ہیں ان کے سامنے کوئی دنیوی مفاد نہیں ہوتا، وہ اسے شہرت اور ناموری کا ذریعہ نہیں بناتے اور اس بہانے سے لوگوں کو اپنے قریب کرنا اور ان پر حکمرانی کرنا نہیں چاہتے بلکہ اسے ایک فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ ان کے پیش نظر صرف اللہ کی خوشنودی ہوتی ہے اور وہ اسی صلہ کی تمنا کرتے ہیں۔

اس سے اسلام کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دین انفرادیت، رہبانیت، تنہائی پسندی یا گوشہ نشینی کا دین نہیں ہے بلکہ یہ تو معاشرتی اصلاح، اس کی تعمیر وترقی کا دین ہے، یہ انفرادی اصلاح اور خدمت خلق کا دین ہے۔

2.2.1 خدمت خلق کے کاموں میں چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی اہمیت

ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں دوسرے انسانوں کی خدمت کروں، ان کے آرام کا خیال رکھوں اور ان کی تکالیف کو دور کروں۔ یہ انسان کی فطرت ہے اور اس کے مطاق یہ خواہش ہے لیکن عام انسانوں کا نیکی کے

بارے میں تصور اور ہے، آپ ﷺ نے اس خواہش اور مومن ہونے کی حیثیت سے اس پر عمل کرنے کی تمنا کو سامنے رکھا کر بیان کیا ہے۔ ہر انسان جب وہ اٹھتا ہے تو اس پر صدقہ کرنا لازم ہو جاتا ہے، یہ صدقہ ادا کرنے کے کئی طریقے اور کئی راستے ہیں۔ جو طریقہ اور راستہ اس کے لیے مناسب ہو اس کو اختیار کرلے اس طرح وہ بھی نیکی کے کاموں میں شریک ہو جائے گا اور اجر وثواب کا حق دار ہو گا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کل سلامی من الناس علیه صدقة کل یوم تطلع فیه الشمس یعدل بین الاثنین صدقة ،ویعین الرجل علی دابته فیحمل علیها او یرفع علیها متاعه صدقة والکلمة الطیبة صدقة وکل خطوة یخطوها الی الصلوة صدقة ویمیط الاذی عن الطریق صدقة۔(13)

”حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو لوگوں کے ہر عضو(جوڑ) پر صدقہ لازم ہو جاتا ہے۔ (اس کی ادائیگی کی بعض صورتیں یہ ہیں) تم دو آدمیوں کے درمیان عدل وانصاف کرو یہ صدقہ ہے، تم کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے میں مدد کرو یا سواری پر اس کا سامان اٹھا کر دو یہ صدقہ ہے، کسی سے پاکیزہ (اچھی) بات کرو یہ صدقہ ہے، نماز کے لیے جو قدم بھی اٹھا کر جاؤ تو یہ صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹاؤ تو یہ صدقہ ہے“۔ نبی اکرم ﷺ نے جو نیکی کے طریقے بتائے وہ سب اللہ کو راضی کرنے والے اور انسان کو ثواب کا مستحق بنانے والے ہیں، اب اسے اپنے بارے میں سوچ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ کون سا کام کر سکتا ہے۔

قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں انصاف کرنے کو فوز وفلاح قرار دیا ہے۔ اس طریقے کے مطابق افراد ایک دوسرے کے لیے چھوٹی سی قربانی دے کر دوسرے افراد کی ضرورتوں کے لیے آسانی پیدا کر سکتا ہے۔ جس سے معاشرے میں عدل اور انصاف کا بول بالا ہو سکتا ہے۔

1. دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا

ان کے اختلافات کو ختم کرنا، اور کوئی شخص دوسرے رزیادتی کر رہا ہو تو اسے منع کرنا یہ بھی خدمت ہے، عدل وانصاف کرنا یہ اعلیٰ عمل ہے جس کو سرانجام دینے کی آپ ﷺ نے تاکید کی ہے اور آپ ﷺ کی طرف سے اعلان کرایا گیا کہ میں عدل قائم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ(14)”اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں“۔

آیت کے اس حصے کا مقصد یہ کہ ساری گروہ بندیوں سے الگ رہ کر بے لاگ انصاف کرنے پر مامور ہوں، میں جس حق کو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اس میں کسی کے لیے بھی کو امتیاز نہیں ہے بلکہ سب کے لیے یکساں

ہے اور یہ کہ میں دنیا میں عدل قائم کرنے پر مامور ہوں، دو افراد کے درمیان عدل کرنا اور انصاف قائم کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ جو لوگ دنیا میں عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی نیکی کا کام کر رہے ہیں اور اجر و ثواب کما رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانا، انصاف کی بات کرنا اور دو آدمیوں کو باہم شیر و شکر کرنا بڑی خدمت ہے۔

2. کسی کو سواری پر بٹھانا

پرانے زمانے میں اونٹ پر بٹھا کر ایک فرد اس کی مہار پکڑ تا تھا کہ اٹھنے میں جلدی نہ کرے یا فور کھڑا نہ ہو جائے یا کوئی معذور ہے تو اسے سہارا دے کر سواری پر بٹھایا جائے اس کا سامانا اونٹ، گھوڑے اور دوسری سواری پر رکھا جائے۔ آج کے دور میں گاڑی، بس، ٹرک پر کسی کمزور ضعیف اور عمر رسیدہ کو سوار کرنا یا اس کا سامان رکھنا خدمت اور صدقہ ہے، کسی کو سواری پر بٹھانا یا لفٹ دینا اس میں داخل ہے۔ یہ معمولی اور دنیاوی کام معلوم ہوتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے اسے صدقہ قرار دیا ہے اور توازن کر کے بتایا ہے کہ جس طرح نماز باجماعت کے لیے مسجد کی طرف جانا نیکی ہے اس طرح یہ بھی نیکی ہے، جس طرح مسجد کی طرف قدم اٹھانے سے ثواب ملتا ہے اس طرح ان کاموں میں بھی اجر ملتا ہے۔

3. راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا

یہ نیکی اور صدقہ کا کام ہے۔ ہمارے قدیم شارحین اور عوام میں، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کے تصور سے کانٹے دار لکڑی، اینٹ، پتھر ہٹانے کی طرف ذہن جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک دوسری حدیث میں ٹہنی کا لفظ آیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے، فرمایا کہ ایک وت میں ایک آدمی راستے پر جا رہا تھا کہ اس نے کانٹے والی ٹہنی دیکھی تو اس نے کہا: اللہ کی قسم میں مسلمانوں و تکلیف سے بچانے کے لیے اسے ضرور ہٹاؤں گا، (اس عمل کی وجہ سے) وہ جنت میں داخل کیا گیا، اور مسلمؒ کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کو پسند کیا اور اس کی بخشش کر دی۔[15]

راستہ کھلا رکھنا، اسے صاف رکھنا اور لوگوں کے گزرنے کے لیے سہولت پیدا کرنا اور اسے تکلیف دہ اور رکاوٹ والی چیزوں اور باتوں سے بچانا اسلامی تہذیب و ثقافت میں سے ہے اور یہ بھی اجر کا باعث ہے۔ اس سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ دین اسلام انسانوں کے لیے رحمت و شفقت اور ان کی ہر پہلو سے بھلائی و بہتری اور اجتماعی و انفرادی امور کا نظام ہے۔۔ ایسا نظام جس میں اس کی چھوٹی بڑی تمام باتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس بھی شامل ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کرتے ہیں:

یمیط الاذی الطریق صدقة[16]"آدمی راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کردے تو یہ بھی صدقہ ہے"۔

راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرنے کا جو ثواب بیان ہوا ہے اس حدیث سے اس کی توجیہ ہوتی ہے۔ صدقہ کا مقصد مصیبت میں کسی کی مدد کرنا اور اسے راحت اور آرام پہنچانا ہے۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسافر کو تکلیف نہ پہنچے اور وہ صحیح سلامت آسانی کے ساتھ اپنا سفر طے کرئے۔ اس لحاظ سے یہ صدقہ ہے۔[17]

2.2.2 خدمت خلق کے ذریعے انسانیت کو فائدہ پہنچانا رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ

دین اسلام نے انسانوں کے بارے میں جو آفاقی وابدی نظریہ دیا ہے اس میں پیدائش کے لحاظ سے انسانیت کا تصور موجود ہے۔

اسلام نے تمام انسانوں کو بغیر کسی نسلی، وطنی اور قومی تفریق کے خطاب کیا، قرآن میں عام دعوت و تبلیغ کے خطاب کا انداز یاایھاالناس (اے انسانو) ہے۔[18]

حدیث میں ہے:عن ابن مسعودؓقال قال رسول الله ﷺ قال: الخلق کلھم عیال الله، فاحب الخلق الی الله انفعھم لعیاله [19]"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمام مخلوق اللہ کا عیال (کنبہ) ہے، سو ان میں سے اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جو اس کے عیال کو زیادہ نفع دینے والا ہو"۔

اس حدیث میں تمام مخلوق اللہ کا کنبہ قرار پاتی ہے، جس طرح ایک کنبہ اور خاندان کے افراد اس میں تمام حقوق کے حقدار ہوتے ہیں، اس طرح تمام انسان اس دنیا میں اللہ کی ربوبیت وحاکمیت میں ہیں اور تمام مخلوق کا اللہ خالق، مالک، رازق وآقا ہے اور ان کی خبر گیری کرتا ہے، خالق واحسن الخالقین اللہ کی وہ صفت ہے جسے قرآن میں اڑھائی سو مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ پھر فھل من خالق غیرہ کہہ کر اعلان کیا گیا ہے کہ دوسرا تمہارا کوئی خالق ہے تو اسے لاؤ، جب وہ خالق ہے تو مالک اور سب کا پالنے والا بھی ہے۔ جو لوگ اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوتے ہیں، اس لیے ایک مومن کو خدمت خلق اور شفقت علی الخلق کے جذبے سے تمام انسانوں سے بھلائی کرنی چاہیے، یہ اعمال نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال سے پوری طرح واضح ہیں۔ آپ ﷺ نے مسلموں اور غیر مسلموں کے ساتھ برابر خدمت خلق اور نیکی کی ترغیب دی ہے اور اسے بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ایک بیمار یہودی لڑکے کی عیادت کرنا، یہودی کے جنازے کی آمد پر کھڑے ہو جانا، پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بڑے اجر کی بشارت دی ہے۔ حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تمام مخلوق اللہ کا عیال ہے اور کسی کے عیال کے ساتھ بھلائی کی جائے تو وہ نہ صرف خوش ہوتا ہے بلکہ اس کا اجر وثواب بھی دیتا ہے۔

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں:قال: قال رسول اللهﷺ ان لله عزوجل خلقا خلقھم لھوائج الناس ، یفزع الیھم الناس فی حوائجھم، اولئک الامنون من عذاب الله تعالیٰ[20]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق (بندے) ایسے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، لوگ اپنی ضرورتوں کے وقت ان کے پاس گھبرا کر آتے ہیں (اور یہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں) یہ لوگ (قیامت کے دن) اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے"۔

"کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی اپنے والد سے اور وہ اپنے والد (عمرو بن عوف) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ نے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ انہیں دوزخ کی آگ کا عذاب نہیں دیں گے، پس جب قیامت کا دن ہو گا تو ان کے لیے نور کے ممبر رکھے جائیں گے جن پر بیٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ سے گفت وشنید کریں گے جب کہ دوسرے لوگ حساب میں مبتلا ہوں گے"۔(21)

قرآن وسنت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت خلق کے جائز اور اچھے کاموں سے ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا دوسری عبادتوں سے ملتا ہے اور دوزخ سے ایسے ہی نجات ملتی ہے جیسے دوسری نیکیاں کر کے ملتی ہے۔

اسلام کی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور سیرت اور آپ ﷺ کے ارشادات سے یہ بات ملتی ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی اصلاح کے لیے جہاں ذاتی نیکیاں، عبادتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اپنے ابنائے جنس (انسانوں) کی دینی ودنیاوی بھلائی، بہتری اور خدمت کے لیے بھی کام کرنا چاہیے، جس طرح معروف عبادات سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اس طرح اس کی رضا کی نیت سے اللہ کے بندوں سے بھلائی کرنے سے بھی ہوتی ہے۔ جس طرح عبادات واطاعت سے مومن جنت کا حقدار بنتا ہے اس طرح اللہ کی مخلوق سے بھلائی کرنے سے بھی وہ جنت کا حقدار ہوتا ہے۔

1. صنعت وحرفت سکھانا یا روزگار پر لگانا

معاشرہ میں اور ہمارے حلقہ اثر میں ایسے افراد موجود ہوتے ہیں جو کسی قسم کا ہنر سیکھ کر روزگار حاصل کرنا چاہتے ہیں یا کوئی آدمی ہنر جانتا ہے لیکن اس میں پختہ نہیں ہے اور پوری طرح کام نہیں کر سکتا تو ایسے آدمی کو ہنر سکھانا یا ہنر کے قابل بنانا، اس کی رہنمائی کرنا اور کام سلیقے سے کرنے کے لائق بنانا اور نیکی کا کام اور صدقہ جاریہ ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

عن ابی ذرؓ قال سئلت النبیﷺ ای العمل افضل؟ قال الایمان باللہ وجہاد فی سبیلہ، قلت: فایّ الرقاب افضل ؟ قال اغلاھا ثمنا وانفسھا عنداھلہ قال: فان لم افعل؟ قال تعین ضائعاً وتصنع لاخرق، قال فان لم افعل؟ قال تدع الناس من الشر فانھا صدقۃ، تصدق بھا علی نفسک (22)

"حضرت ابوذرؓ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے برتر اور افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، میں نے دریافت کیا کہ کس قسم کا غلام آزاد کرنا زیادہ افضل

کام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جس کی قیمت زیادہ ہو اور جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت والا ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس کی استطاعت نہ رکھتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مدد کر جو (غربت کی وجہ سے) ضائع ہو رہا ہو، یا جو شخص اپنا کام نہ کر سکے، میں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تو اپنے نفس پر کر رہا ہے"۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا امت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے مختلف نوعیت کے عملی سوالات کر کے امت کے لیے عمل کی راہیں نکال دیں۔ جو آدمی جو کام کر سکتا ہے اسے کرے اور اجر پائے۔ اس حدیث میں آدمی کی مدد کی مقدار یا اس کی شکل متعین نہیں کی، اسے اس آدمی کے حالات وضروریات اور مدد کرنے والے کی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے، احتیاج جس نوعیت کی ہے اس نوعیت کی مدد آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق کرنی چاہیے۔

اگر ہمارے معاشرے میں اس کا احساس عام ہو جائے تو اس طرح کے ادارے کام کرنے لگیں جہاں صنعت وحرفت کی تعلیم دی جائے، بے ہنر کو ہنر مند بنایا جائے اور ان کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں تو یہ خدمت خلق کی اعلیٰ شکل ہے اس سے کمزور نادار طبقات کے معاشی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

خدمت خلق کے کاموں میں ایک اہم کام بے روزگاروں کو روزگار کے مواقع فراہم کرنا، بے ہنروں کو ہنر سکھانا اور اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے اور ان افراد کو معاشرے کے کارآمد فرد بنانا ہے۔ معاشرے میں کتنے ہی نوجوان ایسے ہیں جو محنت مزدوری تو کر سکتے ہیں لیکن محض سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ذریعہ معاش اختیار نہیں کر سکتے اور غربت اور مفلسی کی زندگی گزارتے ہیں۔ معاشرے میں اگر یہ رکاوٹ دور کر دی جائے تو وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکتے ہیں اور اس طبقے کو بھی معاشی استقلال حاصل ہو سکتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

عن انس بن مالکؓ ان رجلا من الانصار اتی النبیﷺ یساله فقال: اما فی بیتک شیی ؟ قال: بلی حلس نلبس بعضه ونسط بعضه ، وقعب نشرب فیه من الماء، قال: ائتنی بهما، قال : فاتاه بهما، فاخذهما رسول اللهﷺ بیده، وقال: من یشتری هٰذین ؟ قال رجل: انا اخذهما بدرهم، قال: من یزید علی درهم، مرتین اوثلاثاً ، قال رجل: انا اخذهما بدرهمین، فاعطاهما اياه واخذ الدرهمین فاعطاهما الانصاری وقال اشتر باحدهما طعاما فانبذه الی اهلک واشتر بالآخر قدوما فاتنی به، فاتاه به فشدفیه رسول اللهﷺ عودابیده ثم قال له اذهب فاحتطب وبع ولا ارینک خمسة عشر یوما، فذهب الرجل یحتطب وبیبع فجاء و قد اصاب عشرة دراهم فاشتری ببعضها ثوباً وبعضها طعاماً، فقال رسول اللهﷺ :هذا خیرلک من ان تجیء المسألة نكتة فی وجهک یوم القیامة ان المسالة لا تصلح الا لثلاثة ،لذی فقر مدقع اولذی غرم مفظع اولذی دم موجع[23]

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ سے اپنی ضروریات کے لیے کچھ مانگا اس پر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا جی ہاں میرے پاس ایک (بالوں سے بنی ہوئی) دری ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں، اور کچھ حصہ نیچے بچھا لیتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے جس سے ہم پانی پیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں میرے پاس لاؤ، وہ ان کو لے آیا، آپ ﷺ نے دونوں چیزوں کو اٹھا کر فرمایا: یہ کون خریدے گا؟ آپ ﷺ کی مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ دونوں چیزیں میں ایک درہم میں خریدوں گا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے گا، یہ بات آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ دہرائی۔ اس پر ایک دوسرے شخص نے کہا: یہ دونوں میں دو درہم میں خریدوں گا، اس پر آپ ﷺ نے یہ دونوں چیزیں اس کے حوالے کر دیں، اور دو درہم انصاری کو دے کر فرمایا: جاؤ ایک درہم سے اناج گھر میں دے دو، اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ، پھر آپ ﷺ نے اس میں اپنے ہاتھ مبارک سے دستہ ڈالا، اور اس سے کہا: جنگل میں جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو اور پندرہ دن سے پہلے میں تجھے ہرگز نہ دیکھو، (پندرہ دن سے پہلے واپس نہ آنا) وہ شخص جنگل میں گیا، جہاں وہ لکڑیاں کاٹ کر بیچتا رہا، پھر وہ دس درہم کما کر لایا، اس نے کچھ درہموں میں سے کپڑا خریدا اور کچھ سے اناج خریدا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ تمہارے لیے اس دست سوال دراز کرنے سے بہتر ہے۔ جس سوال کی وجہ سے قیامت کے دن تمہارے چہرے پر داغ ہوں گے۔ دست سوال دراز کرنا صرف تین قسم کے افراد کے لیے جائز ہے"۔

1۔ سخت فاقے کی حالت میں مبتلا شخص کے لیے

2۔ بھاری قرض تلے دبے ہوئے شخص کے لیے

3۔ گراں خون بہا اور جرمانہ ادا کرنے والے شخص کے لیے۔

حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معاشی مسائل حل کرنے کی کئی باتیں سامنے آئی ہیں یہ باتیں اس وقت بتائی جا رہی ہیں جب عام انسان ان باتوں سے کوسوں دور تھا۔ ان باتوں کو نکات کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔

- نبی اکرم ﷺ نے اس انصاری کی صحت اور کمانے کی قدرت رکھنے کی وجہ سے زکوٰۃ دینا مناسب نہیں سمجھا، نیز اس کے پیشہ ور بھکاری بننے کا خطرہ بھی ہو سکتا تھا۔
- نبی اکرم ﷺ نے حکومت کے ذمہ داروں اور عاملین زکوٰۃ اور زکوٰۃ تقسیم کرنے والوں کے لیے ایک نمونہ اور مثال قائم کی ہے کہ وہ لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کریں اور روزگار دیں، چھوٹے چھوٹے ایسے روزگار کے کام کریں جن سے ان کی زندگی کا پہیہ آسانی سے چل سکے۔

- آپ ﷺ نے سائل کی وقتی ضرورت کو پورا کرنے کا نہیں سوچا بلکہ مستقل طور پر اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کا سوچا۔
- آپ ﷺ نے اسے وعظ و تلقین اور نصیحت نہیں فرمائی بلکہ اسے کام سے لگایا۔
- اسے توجہ دلائی کہ اس کے پاس جو قوت ہے اسے کام میں لا کر اپنی ضرورت پوری کرے۔
- اسے عملی تعلیم سے بتایا کہ رزق حلال چاہیے پیٹھ پر لکڑیاں لاد کر، اور اس کو بازار میں فروخت کر کے جو حاصل ہو تو اس کے چہرے کی آبرو بچانے کے لیے یہ بہتر ہے۔
- اسے ایسا کام بتایا جو اس کے بس میں تھا اور اس کے حالات و کیفیات کے مطابق تھا۔
- اسے روزی کمانے کا سامان اپنے ہاتھ سے کر کے دیا اور رہنمائی کی کہ پندرہ دن تک کام کرے اور جلدی واپس نہ آئے اور اس کے لیے سوچنے کی مدت مقرر کر دی کہ وہ کام وہ کر سکتا ہے یا نہیں۔
- مادی اور ظاہری بندوبست کرنے کے بعد وعظ و نصیحت کی اور مانگنے کی حد بتائی۔

اگر ہم ان اصولوں کی پیروی کریں، اور مانگنے کے خلاف مہم سے پہلے مسئلہ کا حل تلاش کریں۔ تو معاشرے کو اس برائی سے بچایا جا سکتا ہے۔

اسلامی ثقافت وروایات کی ایک نمایاں خوبی یہ رہی ہے کہ مسلمان سائلوں اور حاجت مندوں کو عام طور پر خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا بلکہ کچھ نہ کچھ دے کر لوٹاتا ہے اور اگر کچھ دینے کو نہیں ہے تو بھی اس سے نرمی سے معافی مانگ کر لوٹایا جاتا ہے۔ مسکینوں اور غریبوں سے ہمدردی کرنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کی جو صورتیں ہو سکتی ہیں اپنی حالت اور بساط اور وسائل کی حالت دیکھتے ہوئے کوئی راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

حاصل بحث

خدمت خلق کے لیے انفاق فی سبیل اللہ، زکوۃ، وراثت، عشر، وصیت، نفقہ، جزیہ، صدقہ، خیرات اور نذر کے الفاظ آتے ہیں۔ گویا اسلام کے اندر اس کو عبادت کا درجہ دیا گیا۔ دوسری طرف اس سے معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ مثبت انسانی رویوں میں خدمت خلق کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ خدمتِ خلق، اخلاق کی وہ قسم ہے جو مخلوق سے فیض رسانی سے متعلق ہو۔ یہ احسان کی ہی ایک صورت ہے اس میں خاص بات یہ ہے کہ خدمت محض خدمت کے جذبے سے ہو، اس میں خوشنودی رب مطلوب ہو، ذاتی غرض، دکھلاوا، نمودونمائش، دادو تحسین یا کوئی اور مقصد پیش نظر نہ ہو۔

مصادرومراجع

[1]البقرۃ2:3۔الفاطر 29:35

[2]الحج22:۷۷

[3]الحشر59:۹

[4]البقرہ2:۱۷۷

[5]5المائدہ۲:

[6]آل عمران2:۱۰۴

[7]القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، الناشر: داراحیاالتراث العربی، لبنان، ج۱، ص۲۰۴، رقم الحدیث ۲۲۳

[9]الدھر8:۱۰-۷۶

[10]البقرہ2:۲۶۱

[11]الذٰریٰت، 19:51

[12]البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع **الصحیح البخاری**، الناشر: دار احیاالتراث العربی، لبنان، ج۱، ص۲۴۱، رقم الحدیث ۵۶۷۶

[13]البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح البخاری**، الناشر: داراحیاالتراث العربی، لبنان، ج۳، ص۱۰۹۰، رقم الحدیث ۶۶۶۹ تا ۶۶۷۱

[14]الشوری26:۱۵

[15]القشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، الناشر: داراحیاالتراث العربی، لبنان، باب فضل الزالۃ الاذی عن الطریق، رقم الحدیث: ۶۶۶۹ تا ۶۶۷۱

[16] الجامع الصحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اماطۃ الاذی، رقم الحدیث ۲۴۶۷

[17] ابن الحجر العسقلانی، فتح الباری، ۵۔۷۰، داراحیاالتراث العربی، بیروت، لبنان

[18]الحجرات 49:۱۳

[19]للحافظ، نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی، **مجمع الزوائد و منبع الفوائد**، دارالکتاب، لبنان، ۱۹۶۷، ج۸، ص۱۹۱

[20]الطبرانی، سلیمان بن احمد ابوالقاسم، **المعجم الکبیر للطبرانی**، الناشر: داراحیاالتراث العربی، لبنان، ج۱۲، ص۳۵۷

[21]ایضاً

[22]البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح البخاری**، الناشر: داراحیاالتراث العربی، لبنان، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل، ج۱

[23]ابوداوَد، سلیمان بن اشعث، **السنن ابن ابی داوَد**، الناشر: داراحیاالتراث العربی، لبنان، کتاب الزکوۃ، ج۲، ص۱۲۰، رقم الحدیث: ۱۶۴۱